ختمِ نبوت کے عقلی دلائل

از

مفکرِ اسلام علامہ

پروفیسر عون محمد سعیدی مصطفوی
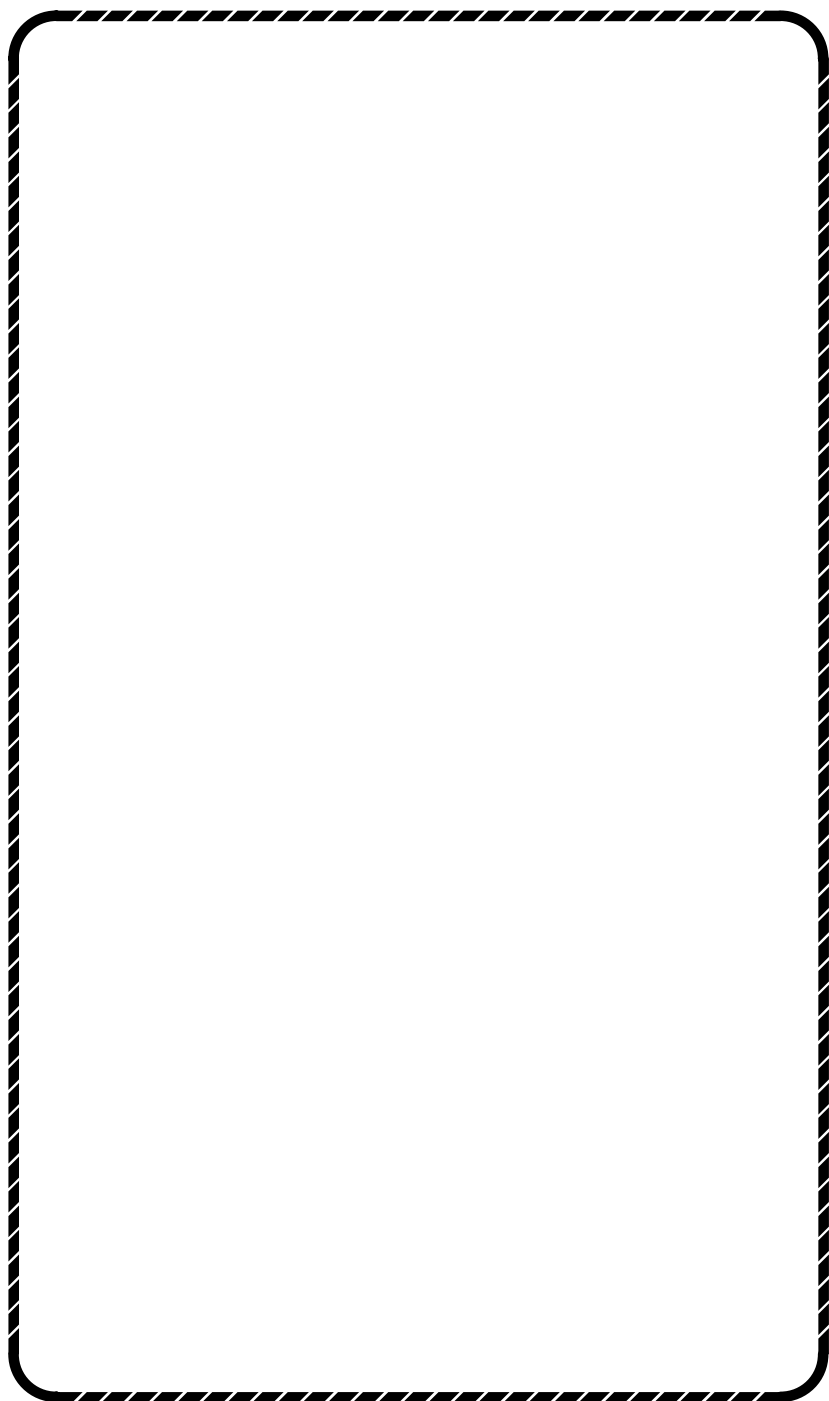
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ!
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماًo

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مقصدِ حیات: میری زندگی کا مقصد مقامِ مصطفیٰ کا تحفظ اور ساری دنیا میں نظامِ مصطفیٰ کا نفاذ ہے اور اس کے لیے میں نے مصطفوی بن کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تحریک نظامِ مصطفیٰ کا ساتھ دینا ہے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

مسئلۂ ختمِ نبوت عقائد کے باب میں انتہائی حساس اور بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا قرآن وحدیث کی صریح نصوص سے ثابت ہے۔ اِس میں ذرّہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ ختمِ نبوت اساسِ اسلام ومدارِ ایمان ہے، اس پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔

یہ وہ بنیادی پتھر ہے جس پر اسلام کی عظیم الشان عمارت قائم ہے، اگر اسے ہٹا دیا جائے تو وہ دھڑام سے نیچے آگرے گی۔ یہ وہ اہم ترین عقیدہ ہے جو اسلام کا قلب وجگر اور دین کا مرکز ومحور ہے۔ یہ وہ پختہ اور اٹل نظریہ ہے جس میں معمولی سی کمزوری، لچک یا نرمی انسان کو ایمان کے قصرِ رفیع سے کفر کے قعرِ مذلت میں پٹخ دیتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں امت کا سوادِ اعظم تحفظِ ختمِ نبوت کو اپنے ایمان کا مسئلہ سمجھتا چلا آیا ہے۔ ۔ کوئی بھی مسلمان، خواہ اس کا تعلق کسی بھی مسلک ومشرب سے ہو، اس حوالے سے مصلحت واغماض کا راستہ اختیار نہیں کر سکتا اور نہ ہی منکرینِ ختم نبوت کی طرف سے کھڑی کی گئی کسی بھی قسم کی دیوار کو گرا دینے میں کوتاہی کا تصور کر سکتا ہے، اگرچہ اِس کے لیے اُسے کوئی بڑی سے بڑی حتیٰ کہ اپنی جان تک کی بھی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدۂ ختم نبوت کی قطعیت:

عقیدۂ ختمِ نبوت کا اثبات ایک سو سے زائد قطعی الدلالۃ آیاتِ کریمہ اور سینکڑوں احادیثِ مبارکہ سے ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ اس قدر قطعیت کا حامل ہے کہ اس کے بارے میں ذرہ برابر بھی شک کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ کسی مسئلے پر قرآنِ حکیم کی صرف ایک ہی قطعی الدلالت آیتِ کریمہ موجود ہو تو اس کے بارے میں مزید کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی، جبکہ یہاں تو ایک سو سے زائد آیاتِ کریمہ موجود ہیں، سینکڑوں کی تعداد میں احادیثِ متواترہ اس کے علاوہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ صحابہ سے لے کر آج تک ساری امت کا اس عقیدے پر بلانزاع وخلاف اجماع چلا آ رہا ہے۔

تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ عہدِ نبوی سے لے کر آج تک امتِ مسلمہ نے کبھی بھی کسی جھوٹے مدعیِ نبوت کو برداشت نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بذاتِ خود دو جھوٹے مدعیانِ نبوت اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کا آغاز فرمایا۔ خلیفہ اوّل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اوائل دورِ حکومت میں مدعیِ نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف ہونے والی جنگِ یمامہ میں دیگر صحابۂ کرام کے علاوہ سات سو حفاظ اور بہت سے بدری صحابۂ کرام نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے عقیدۂ ختمِ نبوت کا دفاع کیا۔ یہ ان کی طرف سے آنے والی ساری مسلمان نسلوں کے لیے پیغام تھا کہ کسی بھی نبوت کے دعوے دار کے خلاف کسی بھی انتہائی اقدام سے گریز نہ کیا جائے۔ امت نے اس سبق کو یاد رکھا اور کبھی بھی کسی جھوٹے مدعیِ نبوت کو چین کی نیند نہیں سونے دیا۔

عقیدۂ ختمِ نبوت کی توضیح:

نبوت کا سلسلہ جو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوا وہ حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر اختتام پذیر ہو گیا۔ اب آپ ﷺ کے بعد کسی کو بھی نبوت نہیں ملے گی، اس کی وضاحت کرتے ہوئے امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں:

''مسلمانوں پر جس طرح لا الٰہ الا اللہ کو ماننا اور اللہ تعالیٰ کو لاشریک جاننا فرضِ اولیں ہے، اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا بایں طور کہ نہ تو آپ کے زمانے میں کوئی

نیا نبی آسکتا ہے اور نہ ہی آپ کے بعد، یہ بھی اہم ترین فرض ہے۔ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ قرآنِ حکیم کی نصِ قطعی ہے۔اس کا نہ صرف منکر کافر ہے بلکہ شک کرنے والا بھی کافر ہے، بلکہ وہ شخص بھی کافر ہے جو انکار یا شک کرنے والے کے ملعون عقیدے پر مطلع ہوکر اسے کافر نہ سمجھے، بلکہ وہ شخص بھی کافر ہے جو انکار یا شک کرنے والے کے کافر ہونے میں صرف شک کرے۔۔ ''مجمع الانہر'' میں ہے، اگر حضور ﷺ کے رسول ہونے پر ایمان لایا اور خاتم الانبیاء ہونے پر ایمان نہ لایا تو بھی مسلمان نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:15،ص:630،ملخصا)

مذکورہ تمہیدی کلمات کے بعد اب ہم اپنے اصل موضوع یعنی ختمِ نبوت کے عقلی دلائل کی طرف آتے ہیں۔اس موضوع پر بہت کم لوگوں نے تحقیق کی ہے۔
کثیر کتب ومضامین کے مطالعہ کے بعد ہم نے 23 عقلی دلائل یک جا کیے ہیں، امید ہے کہ اہلِ علم انہیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔

دلیل نمبر 1:

اگر آپ اپنے گرد وپیش پر گہری نظر ڈالیں تو آپ کو ہر پیکرِ وجود کی تین حالتیں ملیں گی۔۔ابتداء۔ارتقاء۔اختتام۔۔کیا انسان، کیا حیوان، کیا نباتات، کیا جمادات، ہر شے ان ہی تین حالتوں میں محصور نظر آئے گی۔

انسان پیدا ہوتا ہے، جوان ہوتا ہے، مرجاتا ہے۔۔کلی مسکراتی ہے، پھول بنتی ہے، مرجھا جاتی ہے۔۔چاند ہلال کی شکل میں طلوع ہوتا ہے، بڑھتے بڑھتے ماہِ کامل بنتا ہے، پھر اس کے بعد غائب ہوجاتا ہے۔۔غرض کائنات کی جس جس شے کو بھی دیکھیں ابتداء، ارتقاء اور اختتام کے مرحلوں سے گزرتی نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جب کہ یہ دنیا ہی اپنی بے شمار نیرنگیوں کے ساتھ اختتام پذیر ہوجائے گی۔

پھر جب صورتِ حال یہ ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ نبوت جو ایک بار آگئی تو اس کا سلسلہ کبھی بھی ختم نہیں ہوگا؟۔۔جس طرح ہر چیز اپنے نقطۂ ارتقاء پر پہنچ کر ختم ہوجاتی ہے، اسی طرح اگر سلسلۂ نبوت بھی اپنے نقطۂ ارتقاء پر پہنچ کر ختم ہوجائے تو اس میں کون سا امر مانع ہے؟

اب رہا یہ سوال کہ نبوت اپنے نقطۂ ارتقاء کو پہنچی یا نہیں؟۔۔اگر پہنچ گئی تو سمجھ لیجیے کہ اختتام واقع ہو گیا، کیونکہ قانونِ فطرت کے مطابق ارتقاء کی آخری منزل اختتام ہی ہے۔۔اور اگر نہیں پہنچی تو نئی نبوت کا انتظار کرنے والے بے شک انتظار کریں، لیکن پہلے اتنا بتا دیں کہ کسی بھی متفقہ نبوت سے لے کر آج تک جس پر مُسلِم عقیدے کے مطابق چودہ سو سال، مسیحی عقیدے کے مطابق دو ہزار برس اور یہودی عقیدے کے مطابق اسی کی قریب یا اس سے زیادہ کی جو مدت گزر چکی ہے تو اس میں کوئی نیا نبی کیوں نہیں آیا، کیا اس کا کھلا ہوا مطلب یہ نہیں کہ بھیجنے والے نے اس کا دروازہ ہی بند کر دیا۔

متفقہ نبوت سے مراد ایسا نبی ہے جو اپنے ملک و قوم کے علاوہ اپنی پیغمبرانہ عظمت کی تصدیق دیگر اہلِ مذاہب کے افراد سے بھی کرا چکا ہو۔ جیسے ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کہ جہاں مسلمانوں کے سب فرقے آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں، وہاں دوسری اقوام کے لوگ بھی آپ کی پیغمبرانہ زندگی کی عظمتِ اعجاز کے قائل ہیں۔ جیسا کہ اقوامِ عالم کی تاریخ جاننے والوں پر یہ بات مخفی نہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور قابلِ غور سوال یہ ہے کہ نبوت کا اختتام کس نبی پر ہوا یا ہوگا؟ نیز اس کے جاننے کا ہمارے پاس کیا ذریعہ ہے؟۔۔جواباً عرض ہے کہ جو نبوت کا مدعی ہے، یہ بتانا اسی کا کام ہے کہ وہ آخری نبی ہے یا اس کے بعد کوئی اور نبی آ رہا ہے۔ جیسا کہ انبیائے ماسبق کی تاریخ میں ہمیں ملتا ہے کہ ہر نبی نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اِس امر کی نشان دہی فرمائی کہ اُس کے بعد ایک نبی آ رہا ہے۔ یہ بتانا اس لیے ضروری ہے کہ نبوت کا تعلق ایمانیات سے ہے، لہذا اس اہم اور بنیادی سوال کو تشنہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔

پس صفِ انبیاء میں اگر کوئی نبی یہ کہتا ہوا مل جائے کہ وہ آخری نبی ہے تو سمجھ لیجیے کہ نبوت کا سلسلہ اس پر اختتام پذیر ہو گیا۔ اُس کے اِس اعلان میں اب کسی تاویل یا حجت کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ کسی کے قول میں تاویل کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب وہ اصولِ فطرت اور مسلماتِ عقل کے خلاف ہو، لیکن اگر وہ بات خود تقاضائے قانونِ قدرت کے مطابق ہو تو اس میں زحمتِ تاویل کی ضرورت ہی کیا ہے؟

اس لیے وہ بات ٹھیک اسی طور پر سمجھی جائے جیسے وہ اپنے الفاظ وعبارت سے ظاہر ہے۔

کتبِ حدیث میں ایسی کثیر احادیث آفتاب و ماہتاب کی طرح چمک رہی ہیں جن میں نہایت صراحت کے ساتھ چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کے پیغمبر سرورِ کونین، نبی عربی محمد رسول اللہ ﷺ نے اس امر کا اعلان فرمادیا کہ وہ آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس اعلان کے بعد اب کسی بھی تاویل وغیرہ کے ذریعے نئی نبوت کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ جب ایک جامع الصفات اور کامل دین کے علم بردار سچے نبی نے اپنے آخری نبی ہونے کی صراحت فرمادی تو اس پر چوں چرا کرنا اس کی کھلی تکذیب اور واضح انکار ہے۔

دلیل نمبر 2:

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ اپنے نبی کو جو بھی معجزات عطا کرتا ہے ان میں زمانے کے تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھتا ہے۔۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہر طرف جادو کی فرماں روائی تھی، ادنی و اعلی، حاکم و محکوم سب ہی جادو کی بالا دستی کے سامنے سرافگندہ تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور یدِ بیضا جیسے معجزات عطا فرمائے جنہوں نے جادو کی برتری کے غبارے سے ہمیشہ کے لیے ہوا نکال دی۔۔ اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے میں طب وحکمت کا ہر سو ڈنکا بج رہا تھا، اس دور کے طبیب بڑی بڑی لاعلاج بیماریوں کا علاج کرنے میں ماہر سمجھے جاتے تھے، لہذا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ایسے معجزات عطا فرمائے جن کے سامنے بڑے بڑے اطباء اور حکماء دم بخود رہ گئے۔ وہ تو زندوں کا علاج کیا کرتے تھے مگر آپ نے مردوں کو زندہ کر کے دکھادیا، وہ تو آشوبِ چشم کے زود اثر نسخے استعمال میں لایا کرتے تھے مگر آپ نے مادرزاد اندھوں کو بینا کر دیا، وہ تو مہلک زخموں کا کامیاب علاج کیا کرتے تھے مگر آپ نے کوڑھ کے مریضوں کو بھلا چنگا کر دیا۔

ہمارے نبی خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا زمانہ تا قیامِ قیامت فصاحت و بلاغت، علم و حکمت، تدبر و تفکر، تحقیق و تدقیق اور سائنس و ٹیکنالوجی کے عروج کا زمانہ تھا،

لہٰذا آپ کو قرآنِ حکیم جیسے عظیم اور تغیر وتبدل سے محفوظ معجزہ سے سرفراز کیا گیا۔آپ کا یہ دائمی معجزہ آج چودہ سو سال بعد بھی علم وحکمت کے بڑے بڑے علم برداروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انھیں للکار رہا ہے مگر وہ سب مل کر بھی اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں۔ایک تو کیا ایک لاکھ مدعیانِ نبوت بھی اکٹھے ہو جائیں تو وہ اس کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

پس معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالی کے آخری نبی ہیں،آپ کے بعد کسی نئے نبی کی نبوت کا چراغ کسی بھی صورت نہیں جل سکتا۔

دلیل نمبر 3:

حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کا یہ نتیجہ برآمد ہو گا کہ آپ کی عظیم تر ، بے مثل اور آسمانی وحی' ثانوی درجہ پر آجائے اور نئے نبی کی ناقص، نامعقول اور خود ساختہ وحی اوّلیں درجہ پر۔آپ کی وحی پر عمل درآمد نئے نبی کی صواب دید پر موقوف ہو گا۔وہ چاہے تو آپ کی وحی میں ترمیم کرے اور چاہے تو اضافہ۔

دوسرے لفظوں میں قرآن مجید نئے نبی کے رحم وکرم پر ہو گا،اس میں حذف واضافہ کی مشق شروع ہو جائے گی،حلال وحرام اور جائز وناجائز کی نئی فہرست مرتب ہو گی۔اور اس طرح دینِ محمدی نہ صرف یہ کہ "مقامِ کمال" سے محروم ہو جائے گا بلکہ اس کا سارے کا سارا حلیہ ہی بگڑ کر رہ جائے گا۔نیز حضور ﷺ خاتم النبیین نہیں رہیں گے بلکہ نیا نبی ہی سب کچھ ہو گا۔۔یقیناً یہ سب کچھ امتِ مسلمہ کے لیے ایک ناقابلِ برداشت امر ہے۔

دلیل نمبر 4:

عقیدۂ ختمِ نبوت اسلام کے ان بنیادی عقائد میں سے ہے جن کے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے کفر وایمان کا انحصار ہے۔ایک شخص نبی ہو اور آدمی اس کو نہ مانے تو بھی کافر،اور نبی نہ ہو اور آدمی اس کو مان لے تو بھی کافر۔ ایسے نازک ایمانی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی مبہم انداز کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود قرآنِ حکیم میں

صاف صاف اس کی تصریح فرما دیتا اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اس کا کھلم کھلا اعلان کراتا۔ حضور ﷺ دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے جب تک اپنی امت کو اس بات سے اچھی طرح خبردار نہ کردیتے کہ میرے بعد بھی انبیاء آئیں گے اور تمہیں ان کو ماننا ہوگا۔

آخر اللہ اور اس کے رسول کو ہمارے دین و ایمان سے کوئی دشمنی تو نہ تھی کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بھی کھلا ہوتا اور کوئی نیا نبی بھی آنے والا ہوتا (جس پر ایمان لائے بغیر ہم مسلمان نہ ہوسکتے) مگر ہمیں نہ صرف یہ کہ اس سے بے خبر رکھا گیا بلکہ اس کے برعکس انہوں نے ایسی باتیں ارشاد فرما دیں جن سے آج تک ہم یہی سمجھتے چلے آرہے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

اب اگر بفرضِ محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو بھی ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کرسکتے ہیں (اور ایسا ہی کریں گے)۔ کیونکہ اگر خطرہ ہے تو صرف اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سے باز پرس کرے گا۔ اگر اس نے ہم سے پوچھا تو ہم قرآن و سنت کا سارا ریکارڈ برسرِ عدالت لاکر رکھ دیں گے، جس سے ثابت ہوجائے گا کہ معاذ اللہ اس کفر کے خطرے میں تو ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے ہی ڈالا تھا۔ ہمیں قطعاً کوئی اندیشہ نہیں کہ اس ریکارڈ کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نئے نبی پر ایمان نہ لانے کی سزا دے ڈالے گا۔

لیکن اگر نبوت کا دروازہ فی الواقع بند ہے اور کوئی نبی آنے والا نہیں، مگر اس کے باوجود کوئی شخص کسی مدعی کی نبوت پر ایمان لاتا ہے تو اسے ہزار بار سوچنا چاہیے کہ اِس کفر کی پاداش سے بچنے کے لیے اس کے پاس وہ کون سا ریکارڈ ہے جسے وہ خدا کی عدالت میں پیش کرے گا۔ خدائی عدالت میں پیش ہونے سے پہلے اسے اپنی صفائی کے مواد کا یہیں جائزہ لے لینا چاہیے اور قرآن و سنت کے پیش کردہ مواد سے مقابلہ کرکے خود ہی دیکھ لینا چاہیے کہ جن دلائل کی بنیاد پر وہ کسی شخص کو نبی مان رہا ہے کیا ایک عقل مند آدمی ان پر اعتماد کرکے کفر کی سزا کا خطرہ مول لے سکتا ہے؟''

ہم پوری ذمہ داری سے عرض کرتے ہیں کہ اس جائزے کے بعد ہر سمجھ دار آدمی کسی بھی نئے مدعیِ نبوت کو ماننے کے بجائے ختمِ نبوت پر ایمان لانے کو ترجیح دے گا۔

دلیل نمبر 5:

قرآنِ مجید سے جب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انبیاء کے تقرر کی ضرورت کن حالات میں پیش آتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں انبیاء مبعوث ہوتے ہیں:

اوّل یہ کہ کسی قوم میں پہلے کوئی نبی نہ آیا ہو، نیز کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچ سکا ہو۔

دوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو یا اس میں تحریف ہو گئی ہو، جس کی وجہ سے اس کے نقشِ قدم کی پیروی کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

سوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعے مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ مل سکی ہو اور تکمیلِ دین کے لیے مزید انبیاء کی ضرورت ہو۔

چہارم یہ کہ کسی نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لیے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔

اگر آپ ان چاروں وجوہات کا جائزہ لیں تو ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں ہے جس کی وجہ سے حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت محسوس ہو۔ چاروں وجوہات کا بالترتیب جائزہ حسب ذیل ہے:

(ا) پہلی وجہ یہ تھی کہ کسی قوم میں پہلے کوئی نبی نہ آیا ہو، نیز کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچ سکا ہو۔

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ایک تو قرآن خود کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ کو قیامت تک آنے والی ساری مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے اور دوسرا یہ بھی واضح ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت سے اب تک مسلسل ایسے حالات موجود رہے ہیں (بالخصوص تیز ترین ذرائع مواصلات کے اس دور میں) کہ آپ کی دعوت ساری دنیا تک بآسانی پہنچ سکتی ہے۔ لہذا اب الگ الگ قوموں میں مزید انبیاء کے آنے کی کوئی حاجت باقی

نہیں رہتی۔

(۲) دوسری وجہ یہ تھی کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو یا اس میں تحریف ہوگئی ہو، جس کی وجہ سے اس کے نقشِ قدم کی پیروی کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ خود قرآن بھی اس پر گواہ ہے اور حدیث وسیرت کا پورا ذخیرہ بھی اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ حضور ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم بغیر کسی مسخ وتحریف کے بالکل اصلی اور صحیح حالت میں محفوظ ہے۔قرآنِ حکیم میں ایک لفظ کی بھی کمی بیشی نہ آج تک ہوئی اور نہ قیامت تک ہوسکتی ہے۔اسی طرح آپ ﷺ کی حدیث وسیرت بھی ہمارے درمیان اس طرح صاف وشفاف حالت میں جلوہ گر ہے کہ گویا ہم آپ ﷺ کے زمانے میں ہی موجود ہیں؛لہذا مزید انبیاء کے آنے کی دوسری ضرورت بھی ختم ہوگئی۔

(۳) تیسری وجہ یہ تھی کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعے مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ مل سکی ہو اور تکمیلِ دین کے لیے مزید انبیاء کی ضرورت ہو۔

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ قرآن مجید نے یہ بات بھی صاف صاف بتادی کہ حضور ﷺ کے ذریعے دین کی تکمیل کر دی گئی۔۔لہذا مزید انبیاء کے آنے کی تیسری ضرورت بھی ختم ہوگئی۔

(۴) چوتھی وجہ یہ تھی کہ کسی نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لیے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کی مدد کے لیے کوئی نبی درکار ہوتا تو آپ کے مقدس زمانے میں ہوتا۔اب جبکہ آپ پردہ فرما گئے تو اس کی کوئی حاجت نہ رہی۔۔لہذا مزید انبیاء کے آنے کی چوتھی ضرورت بھی ختم ہوگئی۔

یہ تو تھیں چار قرآنی وجوہات اور ان کی وضاحت،اب ہم نئے مدعیانِ نبوت اور ان کے پیروکاروں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ پانچویں وجہ کون سی ہے جس کے لیے آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت ہے؟۔۔اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ گئی ہے،اس لیے اصلاح کی خاطر ایک نبی کی ضرورت ہے تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ محض اصلاح کے لیے پوری تاریخ میں کون سا نبی آیا؟۔۔نبی تو اس لیے مقرر ہوتا ہے کہ اس پر وحی کی جائے اور

وحی کی ضرورت.. یا تو کوئی نیا پیغام دینے کے لیے.. یا پچھلے پیغام کی تکمیل کے لیے.. یا اس کو تحریفات سے پاک کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

قرآن اور سنتِ نبوی کے محفوظ ہو جانے اور دین کے مکمل ہو جانے کے بعد جب وحی کی سب ممکنہ ضرورتیں ختم ہو چکیں، تو اب اصلاح کے لیے صرف مصلحین کی حاجت باقی ہے نہ کہ انبیاء کی۔

دلیل نمبر 6:

نبی جب بھی کسی قوم میں آئے گا فوراً اس میں کفر و ایمان کا سوال اٹھ کھڑا ہوگا۔ جو اس کو مانیں گے وہ ایک امت قرار پائیں گے اور جو اس کو نہیں مانیں گے وہ لامحالہ دوسری امت قرار پائیں گے۔ اُن دونوں امتوں کا اختلاف محض فروعی نہ ہوگا بلکہ ایسا بنیادی اختلاف ہوگا جو انہیں اس وقت تک مجتمع و متحد نہ ہونے دے گا جب تک ان میں سے کوئی اپنا عقیدہ چھوڑ نہ دے۔ پھر ان کے لیے عملاً بھی ہدایت اور قانون کے مآخذ الگ الگ ہوں گے کیونکہ ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیش کی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لے گا اور دوسرا گروہ اس کے ماخذ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہوگا۔ اس بِنا پر ان کا ایک مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا۔

ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھے تو اس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ''ختمِ نبوت'' امتِ مسلمہ کے لیے اللہ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے جس کی بدولت ہی اِس امت کا ایک دائمی اور عالمگیر برادری بننا ممکن ہوا ہے۔ اس چیز نے مسلمانوں کو ہر ایسے بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کے اندر مستقل تفریق کا موجب ہو سکتا ہو۔ اب جو شخص بھی حضرت محمد ﷺ کو اپنا ہادی و رہبر مانے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کے سوا کسی اور ماخذ ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا قائل نہ ہو وہ مسلم برادری کا فرد ہے۔ یہ وحدت اس امت کو کبھی نصیب نہ ہو سکتی تھی اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا کیونکہ ہر نئے نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی۔

دلیل نمبر 7:

آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہے گی کہ۔۔ جب تمام دنیا کے لیے ایک نبی بھیج دیا جائے۔۔ جب اس کے ذریعے دین کی تکمیل بھی کر دی جائے۔۔ اور جب اس کی تعلیم کو پوری طرح محفوظ بھی کر دیا جائے تو نبوت کا دروازہ بند ہو جانا چاہیے تا کہ اس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دنیا میں ہمیشہ کے لیے اہلِ ایمان ایک امت بن سکیں اور بلا ضرورت نئے نبیوں کی آمد سے بار بار تفرقہ برپا نہ ہو۔

نبی خواہ ظِلّی ہو یا بُروزی، امتی ہو یا صاحبِ شریعت و کتاب، بہرحال جو شخص خدا کی طرف سے بھیجا ہوا نبی ہوگا، اس کے آنے کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ اس کے ماننے والے ایک امت بنیں اور نہ ماننے والے کافر قرار پائیں۔ یہ تفریق اُس حالت میں تو ناگزیر ہے جبکہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو۔ اور جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہو تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی طور پر بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دے۔

لہٰذا ختمِ نبوت کا جو عقیدہ قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہیے۔

دلیل نمبر 8:

یہ بات سب پر عیاں ہے کہ آفتابِ نبوتِ محمدی ﷺ کے طلوع ہونے کے بعد سے لے کر اب تک اسلام کے زیرِ تربیت ایسی ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں وجود میں آئیں جن کی عظمتوں کو دیکھ کر آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ اطہار، ائمۂ فقہ و حدیث، ائمۂ تصوف، مفسرین و محدثین اور حکماء و فقہاء میں ایسے ایسے عبقری جلوہ گر ہوئے کہ جن کی دانش و بینش سے ایک کائنات جگمگا اٹھی۔

عام آدمی بھی یہ بات بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر بالفرض حضور ﷺ کے بعد نبی ہوتے بھی تو یہی عظیم لوگ ہوتے، اگر اِن میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ حضور ختمیِ مرتبت ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے رہے تو پھر کوئی نادان، نامعقول اور نا اہل شخص

کیسے نبی ہو سکتا ہے؟ ایسے جھوٹے مدعیانِ نبوت تو کسی عام مسلمان جیسے بھی نہیں ہو سکتے، چہ جائیکہ انہیں نبوت کا حق دار قرار دیا جائے۔

دلیل نمبر 9:

یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی سچے انبیائے کرام بھیجے، آپ ﷺ کے بعد ان میں سے بھی کسی کی نبوت کا چراغ نہیں جل سکتا، بایں طور کہ نہ تو ان کی شریعت نافذ کی جاسکتی ہے اور نہ ہی ان کی اطاعت واتباع کی جاسکتی ہے۔ ہاں! البتہ ان کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

پس جب حضور ﷺ کے بعد سابقہ سچے انبیاء میں سے بھی کسی نبی کی نبوت نہیں چل سکتی تو پھر کسی نئے نبی کی نبوت کیسے چل سکتی ہے۔

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی

باقی جہاں تک حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا میں دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ ہے تو وہ بالکل برحق ہے مگر اس سلسلے میں دو بنیادی باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہییں۔ ایک تو یہ کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کوئی نئے نبی نہیں ہیں بلکہ حضور ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ آپ بحیثیتِ نبی تشریف نہیں لائیں گے بلکہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ آپ دنیا میں اپنی نہیں بلکہ حضور ﷺ کی شریعت نافذ کریں گے۔

دلیل نمبر 10:

آخری نبی اور اس کی کامل تعلیمات کے آجانے کے بعد بھی اگر نبوت کا دروازہ کھلا رہے تو یہ چیز انسان میں مایوسی پیدا کرتی ہے۔ انسان بے کار اور بے حوصلہ ہو کر نئے نبی کی آمد کا انتظار کرتا رہتا ہے، کہ کب نیا نبی آئے اور تائیدِ ایزدی سے دین کو غلبہ حاصل ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد یہودی قوم کی تاریخ اس مایوسی پر گواہ ہے۔

لیکن جب صورتِ حال یہ ہو کہ کسی نئے نبی کی آمد کی کوئی توقع نہ ہو اور انسان نے اپنے آخری نبی کی تعلیمات کو ہی لے کر چلنا ہو تو پھر اس کے لیے واحد راستہ یہی ہوتا ہے کہ

وہ پورے یقین، ہمت اور حوصلے کے ساتھ انہیں کے لائے ہوئے دین کی دعوت وتبلیغ، اشاعت وترویج اور غلبہ وتنفیذ کے لیے سرگرمِ عمل ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ امتِ محمدی کو قرآن وسنت کی صورت میں جو تعلیمات دی گئی ہیں وہ سب کی سب عملی، حرکت پذیر، امید افزا اور انقلابی روح کی حامل ہیں۔ انہی تعلیمات کی وجہ سے مسلمانوں نے پورے جوش وجذبے کے ساتھ قیصر وکسریٰ جیسی عظیم طاقتوں سے ٹکر لی اور ان کی ساری شان وشوکت کو خاک میں ملا دیا۔

ختمِ نبوت کی وجہ سے مسلمانوں کا جذبۂ جہاد، شوقِ شہادت، ذوقِ عمل اور جوشِ تبلیغ ہمیشہ امید، جرأت، قوت اور طاقت کا مظہر رہا ہے۔ اب انہیں نئے نبیوں کے انتظار کی راہ پہ ڈالنا ایک تو انہیں نبی آخر الزماں کی تعلیمات سے دور لے جانا ہے اور دوسرا ان میں مایوسی اور ناامیدی پھیلانا ہے۔ لہٰذا مسلمان رسول اللہ کی واضح تعلیمات، صریح ارشادات اور کامل ہدایات کو چھوڑ کر کسی نئے نبی کے انتظار میں اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتے۔

دلیل نمبر 11:

قرآنِ حکیم میں حضور ﷺ اور آپ کی نبوت و رسالت کو رحمۃ للعلمین کے عظیم وصف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وصف اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اب قیامت تک حضور ﷺ کے دینِ مبین کی رحمتیں ہی چھما چھم برستی رہیں گی، آپ ﷺ کی نبوت ورسالت رہتی دنیا تک کے ہر ہر فرد کے لیے پوری طرح کفایت کرے گی۔

لیکن اگر مسلمانوں کو ظلی و بروزی قسم کی جھوٹی نبوتوں کے چکروں میں ڈال دیا جائے تو یہ ایک ایسا بھنور ہو گا جو رحمۃ للعالمینی کی شان کو عین وسط دریا میں غرق کر دینے کے مترادف ہو گا۔ لہٰذا امت کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ کسی نئے نبی کی جھوٹی نبوت کی زحمت اٹھانے کے بجائے رحمۃ للعلمین کے وسیع وعریض سائبان کے نیچے پناہ لے۔

دلیل نمبر 12:

اگر سابقہ کتبِ سماویہ اٹھا کر دیکھی جائیں تو ان میں خاتم الانبیاء ﷺ کی آمد کی بشارتیں دی گئی ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلے انبیاء اپنے بعد آنے والے انبیاء کے

تذکرے ضرور فرمایا کرتے تھے، مگر پورا قرآن پڑھ جایئے اور سارا ذخیرۂ حدیث کھنگال لیجیے آپ کو کسی ایک مقام پر اشارۃ بھی یہ بات نہیں ملے گی کہ حضور ﷺ کے بعد آپ کی امت کو فلاں فلاں نبی کی زحمت سے دوچار کیا جائے گا، بلکہ اس کے برعکس آپ کے بعد کسی بھی نبی کے نہ آنے کے واضح ارشادات و اشارات ملتے ہیں۔

یہاں تبرکاً صرف ایک مثال پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔۔سورۂ بقرہ کے آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ کے الفاظ ارشاد فرما کر امت کو بتادیا کہ وحی یا تو آپ ﷺ پر نازل ہو رہی ہے یا آپ ﷺ سے پہلے انبیاء پر نازل کی گئی تھی، آپ کے بعد نزولِ وحی کا کوئی سلسلہ نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو مِنْ قَبْلِکَ کے بعد مِنْ بَعْدِکَ کے الفاظ ضرور ضرور آتے۔ پس واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی اور بندۂ بشر کا منصبِ نبوت پر فائز ہونا محال ہے۔

دلیل نمبر 13:

اہلِ اسلام اور یہود و نصاریٰ کے درمیان جو سب سے اہم اور بنیادی فرق ہے وہ ''نبوتِ محمدی'' کا ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ایمان اہلِ اسلام کو ایک علیحدہ متحد امت بناتا ہے، اب اگر آپ ﷺ کے بعد بھی مسلمانوں میں نبوت کا سلسلہ جاری رہے تو یہ بنیادی فرق فنا ہو کے رہ جائے گا اور اہلِ اسلام سینکڑوں منتشر امتوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ کیونکہ اگر حضور ﷺ کے بعد کسی ایک نبی کی نبوت کی گنجائش بھی نکل آئے تو پھر دو چار ہزار بلکہ دو چار لاکھ بلکہ دو چار کروڑ نبیوں کی نبوت کی گنجائش بھی آسانی سے نکل سکتی ہے۔

ذرا غور فرمایئے کہ جب ہم مسلمان یہود و نصاریٰ تک کے لیے بھی درست نہیں سمجھتے کہ وہ حضور ﷺ کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی اتباع کریں (حالانکہ وہ سچے نبی تھے) تو پھر ہم خود مسلمانوں کو اس بات کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے علاوہ مدعیانِ نبوت کے جھنڈے اٹھائیں۔

حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا رہنے کا واضح مطلب ایک بہت بڑے اعتقادی و عملی انتشار اور ظاہری و باطنی فساد کو ہوا دینا ہے جس سے نہ صرف یہ کہ اسلام کی

چولیں ہل کے رہ جائیں گی بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناپید ہو جائے گا۔

دلیل نمبر 14:

یہ بھی اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ نہ صرف امام الانبیاء ہیں بلکہ تمام انبیاء کی خوبیوں کے جامع ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثل بنایا اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے بلند ترین مقام پر فائز کیا۔اب اگر آپ کے بعد کوئی نبی ہو تو شان اور فضیلت کے لحاظ سے اس کے لیے تین صورتیں ممکن ہیں: (۱) یا تو وہ آپ سے بڑھ کر ہوگا۔ (۲) یا آپ کے برابر ہوگا۔(۳) یا آپ سے کم تر ہوگا۔

اگر وہ آپ سے بڑھ کر ہے تو یہ اہلِ اسلام کے قرآن وسنت سے ثابت اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔۔اگر وہ آپ کے برابر ہے تو یہ آپ کے بے مثل ہونے کے خلاف ہے۔۔اور اگر وہ آپ سے کم تر ہے تو ہمیں ایسے کم تر نبی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، ہمارے لیے تمام انبیاء سے افضل اور بے مثل نبی ہی کافی ہے۔جب محمدِ عربی کے ادنیٰ غلام ساری کائنات کے امام ہیں تو ایسے کم تر نبی کا کیا فائدہ جو یہود ونصاری کا غلام ہو۔

دلیل نمبر 15:

قرآنِ کریم کی کثیر آیات شاہدِ عادل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کو صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کا دَر دِکھایا ہے اور اسی کو تا حیات تھامے رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے،مثلاً: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ ... قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ ... مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ... وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يَالَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ... يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ...وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّه ... وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وغیرہ۔

ان آیات میں اللہ تعالی نے ہمیں صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کے دامنِ رحمت کے ساتھ وابستہ رہنے کی تاکید فرمائی ہے،اور پورے قرآنِ حکیم میں کہیں بھی

کسی اور کا در نہیں دکھایا تو پھر ہمارے لیے کیسے ممکن ہے کہ ہم آپ کے علاوہ کسی دوسرے مدعیِ نبوت کے پیروکار بن جائیں۔

دلیل نمبر 16:

قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ذکر کو جس طرح اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اور جس طرح آپ کے مقام و مرتبے کے اظہار میں کسی قسم کی کوئی کسر نہیں چھوڑی اس کا لازمی نتیجہ بھی ختمِ نبوت ہی ہے۔

اگر آپ کے بعد کسی اور نبی نے بھی آنا ہوتا تو محبت وعقیدت کے وہ نگینے، ادب واحترام کے وہ قرینے، اطاعت واتباع کے وہ پیرائے اور عظمت ورفعت کے وہ زاویے جو صرف آپ ﷺ کے ذکرِ جمیل کے لیے مخصوص کیے گئے ان میں سے کچھ بعد میں آنے والے کے لیے بھی مختص کر دیے جاتے، مگر اللہ رب العزت نے ختمِ نبوت کا تاج آپ کے سرِ اقدس پہ سجا کر وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ کی ساری شانیں آپ کے دامن میں رکھ دیں۔

دلیل نمبر 17:

یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ امت کو جو کچھ بھی ملتا ہے اس کے نبی کے تصدق سے ملتا ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کے بعد کسی بھی نبی نے نہیں آنا، لہذا اللہ تعالیٰ کی عطا سے آپ کا فیضِ نبوت آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

اسی نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حَیَاتِیۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَ وَفَاتِیۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۔ (میری حیات بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے)

پس حضور ﷺ نے امت کو خوب کھول کر بتا دیا کہ میرے فیضانِ رشد و ہدایت کو کبھی بھی منقطع تصور نہ کرنا، یہ وصال کے بعد بھی اسی طرح جاری رہے گا جس طرح ظاہری حیات میں جاری تھا، میری عطاء و بخشش کے سوتے کبھی بھی خشک نہ ہوں گے، میرا چشمۂ فیض میرے وصال کے بعد بھی چمنستانِ امت کی آبیاری کرتا رہے گا، میرا نورِ نبوت مزار میں منتقل ہونے کے بعد بھی متلاشیانِ رحمت پر ضیا پاشیاں کرتا رہے گا۔

اہلِ نظر جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان بھی آپ کے جملہ فرامین کی طرح

بالکل برحق ہے، آپ کا سائبانِ لطف وعطا آج بھی گناہ گاروں کو سایۂ رحمت عطا کر رہا ہے، آپ کی نگاہِ عنایت آج بھی غم کے ماروں کا دامن ہر طرح کی خیر و برکت سے لبالب بھر رہی ہے، آپ کا دستِ جود وعطا آج بھی امت کی دستگیری فرما رہا ہے۔

پس جب حضور ﷺ کے فیض کا دروازہ آج بھی کھلا ہوا ہے اور وہاں سے ہر ہر منگتے کی جھولی بھی خوب خوب بھری جا رہی ہے تو پھر امت کو کسی نئے نبی کی کاسہ لیسی پہ آمادہ کرنا اس کی عزت و غیرت کے لیے قطعاً نا قابلِ برداشت ہے۔ اب جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ سراسر دجل وفریب ہوگا اور اس سے لوگوں کو رشد و ہدایت کے اجالوں کے بجائے کفر و ضلالت کے شرارے ہی ملیں گے۔

دلیل نمبر 18:

صریح احادیث کے مطابق قیامت کے دن ساری انسانیت شفاعتِ کبریٰ کے لیے گزشتہ انبیائے کرام کے دروازوں سے ہوتی ہوئی بالآخر درِ مصطفیٰ پہ آ کر ٹھہرے گی اور آپ ﷺ "اَنَــا لَهَــا" ارشاد فرما کر اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ قیامت کے دن بھی حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی انسانیت کی آخری منزل ہوگی۔

کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ میرے حضور کے لب پر اَنَا لَهَا ہوگا

خود سوچیئے ! اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو آپ لوگوں کو اپنے پاس ٹھہرانے کی بجائے انہیں اُس کی راہ دکھاتے۔ تمام لوگوں کو اپنے پاس ٹھہرانا اور آگے نہ بڑھانا آپ کے آخری نبی ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

لہذا اب اگر کوئی شخص آپ کے بعد کسی اور فرد کو نبی مانتا ہے تو وہ دراصل آپ کو چھوڑ کر آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے، حالانکہ آگے جہنم کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ یٰـاَیُّهَــا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

دلیل نمبر 19:

حضور ﷺ سے پہلے جو انبیائے کرام تشریف لائے ان کی نبوت کا دائرۂ کار محدود ہوتا تھا، وہ کسی خاص علاقے یا خطے کے لیے مبعوث ہوتے تھے۔ ان پر ایمان لانا بھی

صرف اسی علاقے کے لوگوں کے لیے ضروری ہوتا تھا اور ان کی شریعت کو بھی اسی علاقے کے لوگوں تک محدود رکھا جاتا تھا، دیگر علاقوں کے لیے دیگر انبیائے کرام بھیجے جاتے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایک ہی وقت میں اللہ تعالی کی زمین پر کئی نبی بھی موجود رہے ہیں۔

مگر قرآن وحدیث کی صریح نصوص سے یہ بات خوب اچھی طرح ثابت ہے کہ حضور ﷺ کو کسی خاص علاقے یا خطے کے لیے نہیں بلکہ بلاتفریق ساری روئے زمین اور قیامت تک آنے والی ساری دنیائے انسانیت کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ آپ کو جو دین عطا فرمایا گیا وہ بھی ہر لحاظ سے جامع، کامل، مکمل اور اکمل ہے، اس میں ہر مسئلے کا کافی وشافی حل موجود ہے۔

اسلامی اصولِ اجتہاد سے واقفیت رکھنے والے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کی شریعت ایسے زریں اصول وضوابط سے مالا مال ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا مسئلہ بھی پیش آجائے تو اسے ان کی روشنی میں بہترین طریقے سے حل کیا جاسکتا ہے، پس جب صورتِ حال یہ ہے تو پھر دنیا کے لیے کسی نئے نبی کی قطعا کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔ اس کی آمد سے مسائل حل نہیں ہوں گے بلکہ پیدا ہوں گے۔

دلیل نمبر 20:

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ پہلی قوموں میں انبیائے کرام پر لوگ اپنی بدبختی کی وجہ سے کم تعداد میں ایمان لاتے تھے، مگر حضور نبی اکرم ﷺ پر آپ کی امت قلیل تعداد میں نہیں بلکہ فوج درفوج ایمان لے آئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہی ہورہا ہے کمی بالکل نہیں آرہی۔ قرائن بتاتے ہیں کہ یہ اضافہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ آج بھی اللہ تعالی کے فضل وکرم سے غیر مسلم جوق درجوق دائرۂ اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔

چونکہ سابقہ اقوام باربار پیغامِ توحید کو بھلادیا کرتی تھیں لہذا ان میں یکے بعد دیگرے انبیاء کرام کو بھیجنے کی ضرورت پیش آتی تھی، مگر حضور ﷺ کے ذریعے اللہ تعالی نے عقیدۂ توحید کو آپ کی امت میں اس حد تک راسخ کردیا کہ وہ آج تک سو فیصد درست طور پر اس میں موجود ہے، اور صرف اسی میں موجود ہے۔ پس جب نہ صرف

عقیدۂ توحید بلکہ دیگر جملہ عقائد و عبادات وغیرہ بھی بالکل صحیح طور پر امت میں موجود ہیں تو اب کسی اور نبی کو بھیجنے کی قطعاً کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

دلیل نمبر 21:

اگر ہم قرآنِ حکیم میں حضور ﷺ اور سابقہ انبیاء کے حسین تذکروں سے حاصل ہونے والے درج ذیل اہم نکات کو سمجھنے کی کوشش کریں تو عقیدۂ ختمِ نبوت کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں صرف گزشتہ انبیاء کرام کے حالات، واقعات اور نشانات کا ذکر کیا، بعد کے کسی ایک بھی نبی کے متعلق ذرہ برابر نشان دہی نہیں کی۔

(۲) صرف حضور ﷺ سے پہلی امتوں کی طرف انبیاء کو بھیجنے کی بات کی، آپ کے بعد کسی امت کی طرف کسی بھی نبی یا رسول کو بھیجنے کی بات نہیں کی۔

(۳) حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے انبیاء کی تکذیب اور ان کے تمسخر اڑائے جانے کا ذکر ہے، مگر بعد کے کسی بھی نبی کی کسی بھی مشکل کی کوئی خبر نہیں۔

(۴) حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے انبیاء کی طرف وحی بھیجنے کا بیان موجود ہے مگر بعد میں وحی بھیجے جانے کا کوئی بھی بیان موجود نہیں۔

(۵) جگہ جگہ ''مِنْ قَبْلُ، مَنْ قَبْلِیْ، مِنْ قَبْلِکَ'' کے الفاظ لا کر گزشتہ انبیاء کے اوصاف کو تو بیان کیا گیا ہے مگر کسی ایک جگہ بھی ''مِن بَعْدِکَ'' کے لفظ سے کسی نئے نبی کا کوئی وصف بیان نہیں کیا گیا۔

مذکورہ قرآنی نکات اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے کافی و شافی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر 22:

روحانیت سے شغف رکھنے والے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ دنیا بھر میں اللہ تعالیٰ کے قائم کیے ہوئے روحانی نظام کے قائد اور مرکز و محور ہیں، تمام روحانیین اپنی تمام تر ذمہ داریوں میں مقررہ طریقۂ کار کے مطابق آپ

ہی کی ذاتِ والا صفات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو کسی نئے نبی کی بعثت کا مطلب آپ ﷺ کے مدِ مقابل ایک نیا روحانی مرکزِ وجود میں لانا ہے، اور یہ قطعاً ممکن نہیں۔ کیونکہ اس طرح ایک زندہ و جاوید روحانی نظام میں بلا وجہ ایک بہت بڑا خلل رونما ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس روحانی نظام کی غیبی قوتوں نے گزشتہ چودہ صدیوں میں کسی بھی ادعائے نبوت کو نہیں چلنے دیا اور نہ ہی آئندہ چلنے دیا جائے گا۔

دلیل نمبر 23:

اللہ تعالیٰ نے نبوت کا نظام اتنا مضبوط بنایا ہے کہ ہر جھوٹے مدعیِ نبوت کے جھوٹ کی قلعی فوراً کھل جاتی ہے، شرعی طور پر ہر نبی میں درج ذیل چار شرائط کا پایا جانا از حد ضروری ہے:

(۱) معصوم عن الخطاء ہو

(۲) کسی کا شاگرد نہ ہو

(۳) سرکاری ملازم نہ ہو

(۴) جہاں وفات ہو وہیں دفن ہو

اگر آپ ان چار شرائط کو سامنے رکھ کر آج تک کے جتنے بھی جھوٹے مدعیانِ نبوت آئے ہیں ان کے حالات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں یہ شرائط معدوم نظر آتی ہیں۔ مثلاً عصرِ حاضر کے جھوٹے مدعیِ نبوت مرزا غلام احمد قادیانی میں تو یہ چاروں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) پہلی خصوصیت یہ کہ نبی معصوم عن الخطاء ہو، مگر مرزا غلام احمد قادیانی کی سوانح اٹھا کر دیکھیں تو وہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء ہونے کی بجائے خطاؤں کا پتلا تھا۔ بچپن سے لے کر مرتے دم تک اس سے اتنی خطائیں سرزد ہوئیں کہ آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اتنی خطائیں تو کوئی عام متقی آدمی بھی نہیں کر سکتا جتنی اس نبوت کے دعویدار نے کیں۔

(۲) دوسری خصوصیت یہ کہ وہ کسی انسان کا شاگرد نہ ہو، مگر مرزا غلام احمد قادیانی اس کے برعکس با قاعدہ سکول میں پڑھتا تھا اور اپنی نالائقیوں کی وجہ سے استادوں سے مار

بھی کھاتا تھا۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ کہ وہ سرکاری ملازم نہ ہو، مگر مرزا قادیانی سیالکوٹ میں سرکاری ملازمت کرتا رہا۔ ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ اس نے ایک ملازمت کے لیے امتحان دیا تو اس میں فیل ہو گیا۔

(۴) چوتھی خصوصیت یہ کہ جہاں وفات ہو وہیں دفن ہو، مگر مرزا قادیانی فوت تو لاہور میں بوجہ عارضۂ اسہال بوقتِ قضاءِ حاجت ہوا جبکہ اس کو دفن قادیان میں لے جا کر کیا گیا۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کے 23 سالہ دورِ نبوت کی نسبت سے یہ 23 مضبوط دلیلیں آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں، جن کے مطالعہ سے آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کا آنا تو درکنار اس کے آنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

نوٹ: یہ مقالہ متعدد کتب سے استفادہ کر کے ترمیم و اضافہ کے ساتھ لکھا گیا ہے، اپنی ذاتی تحقیق اور فکر و نظر بھی اس میں شامل ہے۔

❖❖❖❖❖